بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ" قَالَ "سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ - الحدیث"

"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جنابِ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا "اے اللہ کے رسولؐ، یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت ہے!"

حضرت ابراہیم علیہ التحیۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے مندرجہ بالا فرمانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حقیقت اُبھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپؑ کی پوری زندگی قربانیوں ہی سے عبارت ہے۔

آپؑ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی، جس فضا میں پرورش پائی، اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپؑ اپنے دیگر ہم وطنوں کی طرح اپنے معبودِ حقیقی کی پہچان سے کوسوں دُور رہ کر بے شمار معبودانِ باطلہ کے سامنے اپنی ہستی کو مدغم کر دیں ——— لیکن دریائے شرک کی طغیانیوں میں بُری طرح غوطے کھانے والوں میں سے ایک اور صرف ایک ہستی ایسی تھی جو اپنے آپ کو ان سرکش موجوں کے حوالے کر دینے کے خلاف "اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ[1]" کی صدائے احتجاج بلند کر رہی تھی ——— یہ ہستی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہستی تھی!

[1] "میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے جلد ہی کوئی راہ دکھا دے گا!"

قرآنِ حکیم نے معبودِ حقیقی کی پہچان کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی کاوشوں کا تفصیلی نقشہ مرتب فرمایا ہے:

" فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ".

کہ" جب رات ہو گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے آسمان پر ایک روشن تارے کو دیکھ کر کہا،

" یہ (ستارہ) میرا رب ہے!" ــــ لیکن جب یہ ستارہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا،

" میں کسی ایسی چیز کو رب ماننے کے لیے تیار نہیں جو غروب بھی ہو جاتا ہو!"

" فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ".

" پھر جب آپؑ نے چاند کو خوب چمکدار پایا تو فرمایا،" میرا رب تو یہ ہے!" ــــ لیکن جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپؑ نے (بڑے اندوہ سے) کہا کہ" اگر میرے رب نے میری راہنمائی نہ فرمائی تو میں گم کردہ راہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا!"

" فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ".

" پھر جب آپؑ نے سورج کو بہت ہی روشن دیکھا تو فرمایا،" یہ میرا رب ہے کہ یہ (پہلوں کی نسبت) بہت بڑا بھی ہے" ــــ لیکن جب سورج بھی غروب ہو گیا تو آپؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا،" میں تمہاری اس مشرکانہ روش سے بہت ہی بیزار ہوں!"

لِهٰذَا

" اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ".

" میں اس ذات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو بنایا، اور میں تمام معبودانِ باطلہ سے منہ موڑ کر صرف اسی ایک کو معبودِ حقیقی مانتا ہوں کیونکہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں!"

ــــ حضرت ابراہیمؑ کی سب سے بڑی قربانی یہ تھی کہ آپؑ نے اپنے مشرکانہ ماحول، اپنے خاندان، اپنی قوم اور بادشاہِ وقت سے نہ صرف بغاوت کی بلکہ ان کے جھوٹے اور ناکارہ خداؤں کو کلہاڑے کے پے در پے

وار کر کے پاش پاش کر دیا ــــ اور اس سلسلہ میں جان تک لٹا دینے سے بھی گریز نہیں کیا ــــ چنانچہ جب ہر طرف سے "حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ"[1] کی صدائیں بلند ہوئیں تو اس بندۂ حنیف نے دہکتے ہوئے الاؤ میں چھلانگ لگا کر دنیا والوں کو یہ بتا دیا کہ دیکھو، توحید کے تقاضے یوں پورے کیے جاتے ہیں ــــ اللہ کو اللہ مانا اسے کہتے ہیں۔ حق و باطل کے معرکوں میں صفحۂ ہستی پر ایثار و سرفروشی کے انمٹ نقوش یوں ثبت کیے جاتے ہیں ــــ اور راہِ حق میں لٹ جانا، پٹ جانا، کٹ جانا ہی عین عبادت ہے اور جس کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے اس پر یہ کوئی احسان بھی نہیں ــــ کہ

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ــــ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں تن من دھن قربان کر دینے کا عزم کر لینے والوں کے جواب میں "يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا"[2] کی صدائیں اکثر گونج ہی جایا کرتی ہیں ــــ!

پھر دیکھنے والوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ایک بوڑھا باپ اپنے شیر خوار بچہ کو سینے سے لگائے، اپنی اہلیہ کو ساتھ لیے "وادئ غیر ذی ذرع" کی طرف رواں دواں ہے۔ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا ــــ جہاں کی زمین روئیدگی کو ترستی ہے ــــ جس کی فضا کسی ذی روح کو پناہ دینے کے لیے تیار نہیں ــــ ایسے مقام پر یہ اپنے لختِ جگر اور اپنی رفیقۂ حیات کو تن تنہا چھوڑ کر اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں یہ دعا کر کے واپس روانہ ہو جاتا ہے:

"رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝"

کہ "اے ہمارے رب، میں نے اپنی اولاد کو (تیرے حکم سے اور صرف تیرے ہی سہارے پر) ایک ایسی وادی میں، جو سرسبزی و شادابی سے محروم ہے تیرے محترم گھر کے

---

[1] اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو" [2] اے آگ ٹھنڈی ہو جا لیکن سلامتی والی!"

قریب ٹھہرا دیا ہے ـــــ اے ہمارے رب، یہ اس لیے کہ یہ لوگ نمازیں قائم کریں، اب یہ تیرا کام ہے کہ لوگ کشاں کشاں اس مقام پر پہنچیں، ـــــ اور تو یہاں کے باسیوں کو ہر قسم کے پھلوں کے رزق سے مالا مال بھی فرما تے تاکہ یہ تیرا شکر یہ ادا کر سکیں!"

توکل، صبر، ایثار اور تسلیم و رضا کی یہ وہ داستان ہے جو "جد الانبیاء" حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہے ـــــ اور اسی توکل و ایثار کا یہ نتیجہ ہے کہ چند سال بعد جب آپؑ اپنے اہل و عیال کی خبر لینے کے لیے دوبارہ اس مقام پر پہنچتے ہیں تو اسی وادئ "غیر ذی ذرع" کو شہر کی طرح آباد پاتے ہیں ـــــ جو زمین پانی کو ترستی تھی، اب اس سے پانی کے سوتے پھوٹ رہے ہیں ـــــ جو سر زمین زندگی کے آثار سے محروم تھی اب رونقوں کی آماج گاہ بن چکی ہے ـــــ اور جس طفلِ شیر خوار کو وہ سامانِ زیست سے نا آشنا چھوڑ کر گئے تھے "آج جوانِ رعنا ہے! ـــــ لیکن ابھی ایک اور کڑا امتحان باقی ہے ـــــ حکم ہوتا ہے، اے بندۂ حنیف، اپنی حنیفیت کی ایک اور مثال قائم کر دے ـــــ اپنے اس فرزندِ دلبند کو لٹا کر، اس کے حلقوم پر چھری رکھ کر، خود اپنے ہاتھ سے اس کی رگِ حیات کاٹ ڈالو ـــــ اور پھر آسمان نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ایک بوڑھا باپ اپنے لختِ جگر کو، اپنی ہی اولاد کو صرف معبودِ حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر رسیوں سے باندھ کر زمین پر پچھاڑ لیتا اور اس کا رشتۂ حیات منقطع کرنے کے لیے اس کے گلے پر چھری رکھ کر چلا دیتا ہے ـــــ اور زبان سے اپنے عزم کا ایک بار پھر یوں اظہار کرتا ہے:

"اِنَّ صَلوٰتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ!"

کہ "الٰہ العالمین، میری نماز، میری قربانی (حتیٰ کہ) میرا جینا اور مرنا، سب تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو نے ایسا ہی مجھے حکم دیا ہے اور میں (ایثار اور خلوص کی ایسی انمٹ مثالیں پیش کرنے والا) سب سے پہلا مسلمان ہوں!"

ـــــ اور یہ تو اس کا کرم ہے کہ ان تمام مراحل سے گزرنے کے باوجود بھی باپ بیٹا صحیح سلامت ہنسی خوشی گھر کو روانہ ہوتے ہیں ـــــ اس سند کے ساتھ کہ:

"وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا!

کہ "جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند کڑے امتحانات میں آزمایا اور وہ ان میں سرخرو ہوا ــــ تو فرمایا، ابراہیم! میں نے تمہیں (پوری دنیا کے) لوگوں کا امام بنا دیا!"

یہ ہے قربانی کی وہ حقیقت جس کی طرف خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "سُنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" کہہ کر اشارہ فرمایا ہے!

قربانیاں ہم بھی دیتے ہیں، زور و شور سے دیتے ہیں، ہر سال دیتے ہیں اور زبان سے "إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ" کا اعتراف بھی کرتے ہیں ــــ لیکن مقامِ غور ہے کہ ہماری یہ قربانیاں صرف گوشت کھانے کی تقریب ہے یا ایثار و خلوص کی وہ روح بھی ان میں کارفرما ہے جس کو خلیل اللہؑ نے زندۂ جاوید بنا دیا تھا؟ ــــ کیا ان قربانیوں سے مقصود واقعۃً یہ اظہار و عزم ہے کہ اے اللہ! جس طرح ہم اس جانور کو تیرے نام پر قربان کر رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر ضرورت پڑی تو اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی خواہشات سب کچھ تیرے نام پر لٹا ڈالیں گے، ان کے گلے پر چھری پھیر دیں گے۔ تیرے لیے ہر چیز سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ــــــــــ اور یہ کہنے کی تو غالباً ضرورت ہی نہیں کہ قربانی کو "سُنَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" بنانے کے لیے غیر اللہ سے وہ رشتہ کاٹ لینا ہی اصل مقصود ہے جو رشتہ ایک بندے اور اس کے معبودِ حقیقی کے درمیان ہونا چاہیے، لیکن جو قربانی نام و نمود، ریاکاری اور غیر اللہ سے اس رشتہ ہی کی استواری کی بھینٹ چڑھ جائے جس کو کاٹنا مقصود ہے تو یہ قربانی، قربانی کہلانے کی حقدار بھی ہے یا نہیں؟

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ!